شکوہ جوابِ شکوہ

Shikwa
Jawab-E-Shikwa

This Shikwa (Complaint)
Jawab-e-(Answer's) Shikwa
Is Urdu Language

یہ شکوہ جوابِ شکوہ اردو
زبان میں دستیاب ہے

شاعر انجم لکھنوی

Anjum Lucknowi

ISBN: 979-8-21571-045-6

9 798215 710456

(۲۰۱۷)

سوالِ فاسق جوابِ خالق

بعنوان

شکوہ جوابِ شکوہ

انجم لکھنوی

Anjum Lucknowi

راہِ اقبالؔ پہ چلنے کی تمنا کر کے
دل بھی رنجیدہ ہے اللہ سے شکوہ کر کے
اصفیا سمجھیں گے ہر بات کہ صوفی میں ہوں
کیا زمانے کو ملے گا مجھے رسوا کر کے

انجمؔ لکھنوی

نظم	شکوہ جواب شکوہ
نام شاعر	محمد اقبال خان
تخلص	انجم لکھنوی
ترتیب	عالم جاہ سلطانپوری
	(لکچرر مستقیم انٹر کالج گیانی پور سلطان پور (یوپی)
پروف ریڈنگ	تبریز اقبال خان
کتابت و پرنٹنگ	امین گرافکس حقانی مسجد گوونڈی ممبئی
سن اشاعت	اکتوبر ۲۰۱۷ء
تعداد	۱۰۰۰

شائع کردہ: عالم جاہ سلطان پوری (لکچرر مستقیم انٹر کالج گیانی پور ضلع سلطانپور، یوپی)

Publisher : **ALAM JAAH SULTANPURI**

(Lecturer Mustaqeem Inter College Gyanipur, Dist. Sultanpur (U.P.)

۷۸۶
۱۱۰/۹۲

اقبالِ ثانی (انجم لکھنوی) اقبال خان کے بارے میں

جس طرح خدا کا گھر کعبۂ محترم اور دنیا کی تمام مساجد کو ہم کعبۂ ثانی یعنی خدا کا دوسرا گھر کہتے ہیں ٹھیک اسی طرح جناب یوسف علیہ السلام کا حسن بے مثال تھا اگر آج کوئی بہت خوبصورت سانولا جوان دکھائی پڑے تو بے ساختہ لوگ اسے یوسفِ ثانی کہیں گے۔ ٹھیک اسی طرح علامہ اقبال جنھیں شاعرِ مشرق کے نام سے جانا جاتا ہے جنھوں نے اپنی مشہور زمانہ نظم "شکوہ" لکھی تو مفتیوں کی قلم شمشیرِ بے نیام کی طرح آپ کے خلاف فتوے لکھنے دوڑ پڑی۔ پھر اس کے بعد دنیائے شعر و ادب نے ہمیں ایک سے ایک شعرا دیئے مگر کسی شاعر میں وہ حوصلہ نہیں رہا کہ وہ اپنی فکرِ رسا کو معراجِ شعر و سخن کے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جائے اور شکوہ ثانی لکھنے کی جسارت کرے۔

مگر ہاں سنتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ضرور ہے اور جہاں میں دیدہ ور ضرور پیدا ہوتا ہے۔ تبھی تو شاعرِ مشرق نے کہا تھا۔۔۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے — بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس خدائے وحدہ لاشریک کے قربان جائیں کہ اس نے ۲۰ویں صدی میں ہی اقبال اول اور اقبال ثانی کو گلستانِ شعر و ادب کی جھولی میں ڈال دیا۔ جس اقبال ثانی کو ہم نے انجم لکھنوی کے تخلص سے پہچانا۔

اقبال ثانی کی پیدائش بتاریخ ۷؍مارچ ۱۹۴۷ء اتر پردیش کے دارالسلطنت گہوارۂ علم و ادب لکھنؤ میں ہوئی۔ ابتدائی مدارس کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد استاد محترم عیش کنولی کی شاگردی اختیار کی اور کفالتِ اہل خانہ کی غرض نے آپکو عروس البلاد ممبئی کا سفر کرنے پر مجبور کیا۔ تب سے ۴۰ سال کا وقفہ ہو گیا ہے انجم لکھنوی ممبئی کے ہو کر رہ گئے۔

میری یعنی راقم الحروف سید انتظار عالم انجم اعظمی کی ملاقات اس عجوبے کر اس سے بارہ سال پیشتر ہوئی جو اس عمری میں اس غزل اعظم کے کوہ نور کی چمک نے میرے دل اور فکر پر وہ چھاپ چھوڑی کہ آج تک بالفصل ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے۔

انجم لکھنوی کے فکر سے نکلے سحرِ حلال کی سحر طرازی، غزل روی، گویا علامہ اقبال کی اختیال کی پابند ہوں۔ آپ کی اختراع یکتائی انجم شناسی انشاپردازی نے انگشت نمائی کرنے والے مفتیوں کو بھرپور دعوتِ سخن بھی دی ہے اور اور سانحہ غم کو انہماک کے حوالے نذر کرتے ہوئے التباس کی بنا پر کم پڑھے لکھے مسلمانوں کے جذبات کو انجاب کے حوالے نذر کرنے کی راقم الحروف استدعا کرتا ہے۔

انجم لکھنوی ایک معتبر اور مکمل شاعر ہیں الفاظوں نے گویا فکرِ انجم کے گھونٹ گھونٹ کر پی لئے ہوں تبھی تو وہ انجم لکھنوی کے حضور میں دستِ ادب جوڑے کھڑے رہتے ہیں انھیں اصنافِ غزل پر یکساں عبور حاصل ہے انکی شاعری اپنی نفسیات اپنے رموز و علائم اپنی تراکیب اور اپنے لب و لہجہ کی بنا پر منفرد ہے۔ انکے طرزِ اظہار میں کوئی تصنع اور نمائش دیکھنے کو نہیں ملتی ان کے سینے میں احساسات و جذبات کا ایک دریا موجزن ہے انکی شاعری جمال آفریں کیفیات کی حامل بھی ہے اور وجدانی تجربات کی آئینہ دار بھی نیز سماجی اخلاقی اقدار اور تہذیب و تمدن و جمالیاتی اوصاف سے مالا مال بھی اور باخبر بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال ثانی انجم لکھنوی کی شاعری میں علامہ اقبال کی خاکِ پا کی قدم بوسی کرتی ہوئی فکر ملتی ہے اور آپ میں علامہ اقبال کا لقب پانے کی پوری توانائی موجود ہے۔

انجم لکھنوی نئے تیور اور نئے آہنگ کے شاعر ہیں زبان کو برتنے کا سلیقہ انھیں خوب آتا ہے ان جملوں کا احتساب انجم لکھنوی کی نظم "شکوہ" پڑھ کر صحیح اور سچا لگے گا۔ چاندنی، آبشار، دھوپ، چاند، ستارے، سورج، پھول، پتیاں، تتلی، شفق، پرندے، شجر، خواب، رات، کاجل، حور و غلماں، برزخ، بہشت، دوزخ، آنکھ، آگ، آنچل، دریا، شبنم، شعلہ، کوئل کی کوک، مرغ کی بانگ، انکے مخصوص شعری تلازمات ہیں۔ جنکے استعمال سے روشنی کی نئی کرنیں پھوٹتی ہیں جو انھیں انکی نظم "شکوہ" کے موجد ہونے کے سبب اقبال ثانی کے لقب کا حقدار بھی بناتی ہیں۔

میں اپنے دعائیہ اشعار کے اور نیک خواہشات کے ساتھ اقبال ثانی انجم لکھنوی کو انکی بے باک نظم "شکوہ" تحریر کرنے پر دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ انجم لکھنوی کو خدا مفہوم سے عاری، شمشیرِ بے نیام صفت درباری مفتیوں کی قلم سے محفوظ رکھے اور اس بے مثل نیکی کاوش کی دنیا کے عرض و طول میں پذیرائی ہو۔ آمین ثم آمین

دعائیہ اشعار

انتظار عالم کی تجھ سے ہے دعا پروردگار — رکھنا تو انجم کے مستقبل کو یوں ہی شاندار
یا خدا جب تک رہیں گردش میں یہ لیل و نہار — گلشنِ عیش و طرب میں یہ کھلیں بن کر بہار
یا خدا فکر و بیاں انکو تو سخنور دے — خضر کی عمر اسے اقبال سکندر دے

فقط والسلام

راقم الحروف سید انتظار عالم (انجم اعظمی) موبائل نمبر: 9222375704
E-mail : intezaralamrizvi@gmail.com

''انجم لکھنوی'' شخص اور شاعر

''انجم لکھنوی'' جن کا نام 'محمد اقبال خان' ہے، میرے ہم وطن اور میرے مخلص دوست ہیں۔ آپ عرصۂ دراز سے بسلسلۂ حصولِ معاش ممبئی میں مقیم ہیں، بچپن ہی سے آپ کو شعروشاعری سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا اور اس جنون کو ممبئی کی بودوباش نے پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ ہم عصر شعراء میں اپنے منفرد لب ولہجہ اور بلند فکری پرواز کے سبب انجم لکھنوی ایک نمایاں اور اہم نام ہے۔ آپ کو علم عروض پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ آپ کے اشعار میں بلا کی تازگی اور شگفتگی جا بجا اپنے ہونے کا جواز پیش کرتی ہے۔ اصناف سخن کی ہر صنف میں آپنے طبع آزمائی کی ہے، غزل، نعت، قصیدہ، رباعی، نظم، گیت، سلام، غرض یہ کہ ہر شعری میدان میں آپ نے اپنے اشہب قلم کو روانی اور ثابت قدمی سے دوڑایا ہے، وہ بھی کامیابی اور کامرانی کے ساتھ۔

انجم لکھنوی سے ملنے کے بعد آپ کو محسوس ہوگا کہ واقعی آپ ایک شاعر سے ملے ہیں۔ وہ کھوئے، کھوئے، اپنے اندر کسی سے نبرد آزما نظر آئیں گے۔ خوب سے خوب تر کی تلاش میں، مضمون آفرینی، اور بندشِ الفاظ کی تگ ودو میں الجھے نظر آئیں گے۔

انجم لکھنوی گوناں گوں خوبیوں کے مالک ہیں، شرافتِ نفسی اور اعلیٰ انسانی قدروں کے پاسدار اور امین ہیں، اور یہ سب انہیں ورثہ میں ملا ہے۔ حق گوئی اور صاف گوئی ان کی فطرت ہے، ''سچ پائیدار ہے اور جھوٹ وقتی'' یہ ان کا قول ہے!

''شکوہ۔ جوابِ شکوہ'' ان کی دوسری کتاب کا نام ہے، اس سے پہلے ان کی ایک کتاب، ''عظمت ماں'' شائع ہو کر سندِ قبولیتِ خاص وعام پا چکی ہے، شکوہ۔ جواب شکوہ، ایک طویل نظم میں فکر اور انداز بیان، ہیئت موضوع اور پر شکوہ الفاظ کی ترتیب، رواں دواں بحر کی غنائیت، فکری اسالیب کی طمانیت، سلیس اور آسان زبان میں شاعری کے جملہ لوازمات کا احترام، مذہبی عقائد، واجبات کو ملحوظ رکھ کر شعری روش پر کامرانی کے ساتھ دعوتِ فکر دیتا ہے، اس نظم کا ایک، ایک شعر قاری کو تجسس کی وادیوں کی سیر کراتا ہے۔ شعری محاسن کا التزام اس نظم کا خاصہ ہے، الفاظ کی بندش اس کا نمایاں وصف ہے۔

''شکوہ جواب شکوہ'' جیسی نظم لکھ کر انجم لکھنوی نے ایک کارنامہ انجام دیا ہے، جو ہر مکتب فکر کے قاری کے ذہن کو جنجھوڑ سکتی ہے اور اسکی زبان سے شاعر کیلئے داد وتحسین کے الفاظ نکل سکتے ہیں۔

میں بارگاہِ ربُ العزت میں دعا گو ہوں کہ انجم لکھنوی کی یہ کتاب ''شکوہ۔ جواب شکوہ'' شائع ہو کر مقبول خاص وعام ہو، اور خدائے برتر انجم کو شاد وآباد رکھے کہ انھیں ابھی بہت کچھ شعروادب کی خدمت کرنا ہے۔ آمین۔

رحمان عباسی

مستان روڈ۔ تحصیل فتحپور بارہ بنکی (یوپی)

تقریظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

زیرِ نظر کتاب "ضربِ موسیٰ" جس کی تالیف قابل قدر استاذ الشعراء انجم لکھنوی صاحب نے بڑی عرق ریزی سے کی ہے۔ میں نے جستہ جستہ کہیں کہیں سے مطالعہ کی ہے۔ یقیناً انجم صاحب نے اس کتاب کو لکھنے میں کافی سعی کی ہے۔

انجم لکھنوی صاحب کا اصل نام اقبال خان ہے۔ یہ شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ عہد حاضر میں علامہ اقبال کی صلاحیت کا عکس موجودہ اقبال یعنی انجم لکھنوی میں نظر آیا، جو بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ اس میں بزرگوں کا اطوار و چلن پایا جاتا ہے۔ شکوہ لکھنا اور علامہ اقبال سے جُدا لکھنا اہل علم کو متاثر کرتا ہے۔ انجم لکھنوی صاحب کے اور میرے قدیمی تعلقات ہیں۔ میں انکی شاعری سے کافی متاثر ہوں۔ اکثر ان کے چونکا دینے والے شعر وہ شعر جو ذہن و دماغ کو جھنجھوڑ دیں جیسے کہ....

پردۂ غیبت میں ہے اس کا وجود

جس کی مسند ہے دلِ مشتاق پر

اور مجھے انجم صاحب کا ایک شعر یاد آرہا ہے جو تحریر کئے دیتا ہوں...

وہ کلمہ گو ہے تو صورت ہنودی کیوں ہے

وہ کیا نمازی سمجھتا نہیں وضو کیا ہے

زیادہ کچھ تحریر کرنا میری فطرت نہیں ہے۔ ذرّے کو آفتاب بنانا ایک محاورہ ہے گویا آفتاب آفتاب ہوتا ہے۔ آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں تو خود ہی متاثر ہونگے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور موصوف کے مقاصد حسنہ میں کامیابی دے۔ نیز انجم لکھنوی صاحب کے علم میں جائز مقاصد میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقط

احقر عیش محمد قادری (عیش اختر بستوی)

خطیب و امام مسجد فیضان رضا اندرا نگر بیگن واڑی، گوونڈی، ممبئی ۴۳

ایک باکمال شاعر

انجم لکھنوی

تجھکو شہرت جہاں کی اگر چاہیئے

ہاں مگر کچھ تو تجھ میں ہنر چاہیئے

انجم لکھنوی صاحب کے بارے میں لب کشائی کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہوگا۔ انجم لکھنوی صاحب کا ایک ایک شعر قوم کی رہنمائی کرتا ہے، انجم لکھنوی صاحب کا مکتب سخن انتہائی وسیع ہے کہ تعارف کا محتاج نہیں آپ کے مکتبِ فکر سے نکلے ہوئے چند شعراء آل انڈیا مشاعروں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ میں نے انجم صاحب سے جب اُن شاعروں کا نام درج کرنے کی درخواست کی تو وہ کہنے لگے ہر کوئی اُستاد بننا چاہتا ہے۔ کسی کا ذکر کر کے خواہ مخواہ اپنے سر تہمت لگانا ٹھیک نہیں ہے دن بھر میں درجنوں کلام بانٹنے والے اس شاعر کی اعلیٰ ظرفی سے ذہن قاصر ہے۔ خاموش رہ کر اُردو کی زندگی کے لئے کیا نہیں کرتا۔ میں نے تو آج تک ایسا شاعر نہیں دیکھا کہ کسی بھی مصرعہ طرح پر فوراً کلام خود بھی کہے اور شاگردوں کی مدد بھی کرے۔ اور شامل محفل بھی رہے۔ گائکی کی دنیا میں انجم لکھنوی کے کلاموں کی شہرت گلوکار ایس. رحمان، شبیر کمار، انور، انور ادھاپوڈوال، سلیم جاوید قوال، حنیف آگرے والے، سکندر شاد قوال، عبداللطیف حیراں قوال، شمیم شعلہ قوال، نعیم ہاشمی چشتی قوال، محمد عزیز قوال بہرائچ والے، عرفان نازاں قوال، رانی کوثر قوالہ اور دیگر گلوکاروں نے آپ کے نغمات گائے۔

انجم لکھنوی صاحب کا شکوہ عہدِ حاضر کے مسلمانوں کو چونکا دینے والا شکوہ ہے جو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے شکوے کی تائید کرتا ہے۔ اہل نظر مطالع کریں اور انجم لکھنوی صاحب کی ذہنیت کو پرکھیں۔ عین نوازش ہوگی

یوسف رانا مالیگانوی

شاعر و ناظم مشاعرہ

علامہ اقبال کے شیدائی انجم لکھنوی

ایک شاعر یا ادیب اپنے عہد کا عکاس ہوتا ہے۔ یوں تو دیگر میدانوں میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جیسے تبصرہ نگار یا تاریخ نگار یا تجزیہ نگار جو زمین و مکان کے احوال و کوائف بیان کیا کرتے ہیں لیکن ان سب میں سب سے انفرادی مقام ایک شاعر کا ہوتا ہے کیوں کہ شاعر کسی کی ایما پر کوئی شعر قلم بند نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آواز پر قلم بند کرتا ہے جس میں سچائی کے سوا کسی دوسری شئے کا گزر نہیں۔ ایک شاعر اپنے اساتذہ سے فیض اٹھاتے ہوئے جس طرح اس کے استاد نے اپنے عہد کی ضروریات کو اشعار کے پیکر میں ڈھالا اسی طرح آج کا شاعر آج کے عہد کی ضروریات و تقاضوں کو قلم بند کرتا ہے۔ علامہ اقبال نے ملت اسلامیہ کی زبوں حالی ان کی گمرہی پر قلم اٹھایا اور بہت سی ایسی نظمیں کہیں جس میں ملت اسلامیہ کو حرکت و عمل کا ایک پیغام دیا۔ اسی میں ان کی ایک نظم "شکوہ جواب شکوہ" بھی ہے۔ آج کے عہد کا ایک شاعر جو کہ اقبال سے متاثر بھی ہے اور ایک دھڑ کتا ہوا دل رکھتا ہے۔ اس نے بھی اقبال کے اسی شکوہ اور جواب شکوہ سے متاثر ہو کر اس عہد میں ملت کے مسائل کو سمجھا اور اپنے دل کی آواز کو اسی طرز پر قلم بند کیا جیسے علامہ اقبال نے کیا تھا۔ میری مراد انجم لکھنوٴ صاحب سے ہے۔ جو کہ لکھنوٴ کے ادب کی خوشبو کو سمیٹے عروس البلاد کے ادب کے گیسوؤں کو اس وقت سنوار رہے ہیں۔ ڈاکٹر انجم لکھنوی نے بھی اس عہد میں ملت کے مسائل کا باریک بینی سے مطالعہ کرتے ہوئے اللہ سے شکوہ کیا اور پھر اللہ کی طرف سے اسکا جواب بھی دیا۔ اور اپنی اس نظم کا نام بھی "شکوہ جواب شکوہ" رکھا۔ ڈاکٹر انجم صاحب کے یہاں بھی ایک سچے موٴمن کی تڑپ دکھائی دیتی ہے وہ بھی ملت کے احوال و کوائف سے اسی قدر رنجیدہ نظر آتے ہیں جس قدر اقبال آتے تھے۔ اور پھر جواب شکوہ میں اسی تیور کا مظاہرہ کرتے ہیں جس طرح اقبال نے کیا تھا۔ انجم صاحب کی اس نظم سے ملت کو اپنی خامیوں کا احساس بھی ہوگا ساتھ ہی اس کے تدارک کا نسخہ بھی ملے گا۔

مجھے امید ہے کہ ادب اسلامی میں ان کی یہ نظم ایک سنگ میل قائم کریگی۔

عاملؔ سلطانپوری

صحافی و ناظم مشاعرہ، لکچرر اردو ایم جی ایس کالج سلطان پور

صدائے دل

یہ سوچ کے میں کوچہ قاتل میں غذر تھا
موسیٰ جہاں رہتے تھے وہ فرعون کا گھر تھا

فیس بک پر مندرجہ بالا شعر پر نظر پڑتے ہی انگلیاں منجمد ہوگئیں، دماغ ماؤف، ذہن منتشر ہوگیا، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ''ڈاکٹر محمد اقبال خان'' کے شعری تخلیق کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

ڈاکٹر انجم لکھنوی کو اپنے قلم سے دنیائے سخن میں ایک ادبی مقام حاصل ہے۔ تحقیق کے دوسرے مرحلے میں پہنچا تو یہ معلوم ہوا کہ سینے میں قوم کا درد اور نبی کی محبت ہی کل اثاثہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ...

عزم محکم خرید سکتا ہوں　　قوم کا غم خرید سکتا ہوں
ایک پیسے پہ پانی لکھ کر　　سارا عالم خرید سکتا ہوں

اشتیاق انتہا کی جانب گامزن تھا، دوستی کا دور شروع ہوا اور تمام اسرار عیاں ہونے شروع ہوئے۔ قوم کی زبوں حالی، فرقہ بندی، منتشر حالات، عالم اسلام پر چھائے ہوئے خطرات اور مسلمانوں کی پست ذہنیت پر گھنٹوں گفتگو ہوتی اور کلام سن کر حیرت زدہ ہوجاتا۔ آخر کار ایک بار جسارت کی اور پوچھ لیا کہ ڈاکٹر صاحب کیا آپ کو الہام ہوتا ہے؟ جواب دیا نہیں، عالم جاہ صاحب، قوم کا درد بولتا ہے۔ جواب ایسا تھا کہ تمام رات سو نہ سکا۔ اگلے روز میں نے دست بستہ عرض کیا کہ ڈاکٹر صاحب قوم کے درد کا مداوا کیجئے۔ چپ چاپ سنے اور خاموش رہے، ہنوز اسرار کرنے کی جسارت نہ کرسکا۔ تقریباً پندرہ روز بعد جیسے ہی در دولت پر حاضر ہوا، دیکھتے ہی کچھ اوراق الماری سے نکالے اور کہا ''عالم جاہ صاحب سنئے...

تیری رحمت کو نہ کیوں دیدہ پرنم ڈھونڈھے
ہے جسے تیری ضرورت وہی پیہم ڈھونڈھے

وہ پڑھ رہے تھے اور میں آنکھوں میں اشکوں کا سمندر سموئے صرف ان کا چہرہ دیکھ رہا تھا وہ کرب و تڑپ وہ تاثیر وہ لہجہ لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔ میری زبان سے برجستہ یہ الفاظ نکلے'' واقعی ڈاکٹر صاحب آپ کا دل قومی حمیت سے سرشار ہے، کاش قوم بھی آپ کے تفکرات کی پاسداری کرتی''۔

عالم جاہ سلطان پوری
لکچرر مستقیم انٹر کالج گیانی پور ضلع سلطانپور (یوپی)

تاثر

شعروشاعری یوں تو توفیق الٰہی ہے اوراس کا بہترین عطیہ خدائے لم یزل جسے چاہے اس نعمت عظمیٰ سے نواز دے مگر ساتھ ہی ذوق شاعری اس فن میں چار چاند لگا دیتی ہے۔ البتہ شاعری کے بھی دو پہلو ہوتے ہیں یعنی شاعری صالح بھی ہوتی ہے اور غیر صالح بھی۔ اب وہ شاعر کے ذوق طبع پر منحصر ہے۔ جیسا شاعر کا مزاج ہوگا ویسی شاعری ہوگی۔

زیر نظر کتاب ''شکوہ جواب شکوہ'' جو محترم انجم لکھنوی صاحب کی ہے انھوں نے بڑی عرق ریزی سے فن ادب کی خدمت کی ہے۔ ان کے کلام میں بڑی چاشنی ہے انھوں نے کسی ایک صنف شاعری میں محدود نہ رہ کر جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے اوراس میں وہ کامیاب بھی رہے ہیں۔ انھوں نے حمد، نعت اور غزل پر بھر پور لکھا ہے۔ جہاں نسبتِ سرکار علیہ التحیۃ والثنا کا بخوبی اظہار ہے وہیں رحمت الٰہیہ پر کامل بھروسہ بھی ان کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔ انھوں نے بڑی بے باکی سے حالات حاضرہ پر خامہ فرسائی بھی کی ہے۔ جس میں طنز ومزاح کا پہلو بخوبی نمایاں ہے۔

علامہ اقبال سے پہلے فن شاعری میں شکوہ کا رواج نہیں تھا اور نہ ہی ان کے بعد کسی نے اس موضوع پر قلم اٹھایا مگر انجم صاحب نے علامہ صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی یاد تازہ کردی۔ علامہ کی طرح انھوں نے بھی شکوہ میں کسر نہیں چھوڑی ہے اور نہ ہی جواب شکوہ کو تشنہ چھوڑا ہے۔ انکی شاعری میں ہر شعر فن کلام کے دائرے میں ہے کہیں بھی اشعار کے نقائص کا گزر دکھائی نہیں دیتا ہے۔ مکمل فن کے حدود میں ہر شعر دل کی گہرائیوں سے نکلتا محسوس ہوتا ہے۔ انھوں نے قوم وملت کی ترجمانی کا بھی حق خوب ادا کیا ہے۔ وعظ ونصیحت کے ساتھ نہایت حکیمانہ انداز میں سرزنش بھی کی ہے۔

انھوں نے غزل کو صرف حسن وعشق کے پیرایے میں نہیں ڈھالا ہے بلکہ سماجی حالات کی بھر پور عکاسی کی ہے۔ ان کے اشعار میں قوم کا درد اوراس کا مداوا بخوبی پنہاں ہے ہر طرح سے انھوں نے قوم کو ایک آفاقی پیغام دینے کی کوشش کی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کوشش کو بارآور فرمائے۔

ان کا قلم بڑا مشاق ہے ان کی شاعری دیکھ کر پرانے اور مشہور زمانہ شعراء کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ ان کے لئے بس یہی دعا ہے کہ..... اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

راقم: عبدالوہاب عزیزی

امام وخطیب مسجد فیضان رضا اندرا نگر بیگن واڑی گوونڈی، ممبئی ۴۳.

عکس بر عکس

ثانی علامہ اقبال ''انجم لکھنوی''

انجم لکھنوی صاحب سے قریب دس سال پہلے میری قائم کردہ بزم ''بزم عزیز بارہ بنکی'' کی ایک طرحی نشست میں اتفاقاً ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا پھر اس کے بعد کافی عرصہ کے بعد فتحپور کی ایک ادبی محفل میں ملاقات ہوئی تو پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔ آپ کی شعری صلاحیت کا تو میں پہلی ہی ملاقات میں قائل ہوگیا تھا، لیکن اس ملاقات میں انہیں خوب خوب سنا اور یہ احساس ہوا کہ یہ معمولی فنکار نہیں ہیں، لیکن آج میں جب بمبئی میں ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو انہوں نے ''شکوہ جواب شکوہ'' کا مسودہ دیا۔ اور میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا تو حیرت زدہ رہ گیا کہ علامہ اقبال کے بعد اگر کسی نے یہ جسارت کی ہے تو وہ انھیں کے ہم نام ڈاکٹر محمد اقبال (انجم لکھنوی) ہیں۔ موصوف کی کوشش کہاں تک کامیاب ہوتی ہے اس کا فیصلہ میں نہیں قارئین کرام کریں گے، میں تو بس انجم صاحب کے لئے اتنا کہونگا کہ اللہ کرے زورِ قلم اور ترقی کرتی رہے۔

ناچیز نصیر انصاری بارہ بنکوی

تیری رحمت کو نہ کیوں دیدۂ پُرنم ڈھونڈے
ہے جسے تیری ضرورت وہی پیہم ڈھونڈے
پھول کو گلشنِ ہستی میں بھی شبنم ڈھونڈے!
خلد آدم کو کبھی خلد کو آدم ڈھونڈے!

شکوۂ عبد بھی سن کر تیرا پردہ نہ اُٹھا
تیری مرضی تو مجھے جلوہ دکھا یا نہ دکھا

طالبِ مدح تھا اب طالب شکوہ میں ہوں
جو ہے دریا کا طلبگار وہ قطرہ میں ہوں
تُو ہے معبود مرا اور ترا بندہ میں ہوں
مالکِ حسن ہے تُو عشق کا جلوہ میں ہوں

اپنے عاشق کو محبت کی سزا کس نے دی
بر سرِ دار انا الحق کی صدا کس نے دی

مشت بھر خاک سے اور ہستی آدم کا وجود
میں نے مانا یہ تری کاراگری ہے معبود
اور فرشتے پس آدم بھی ہوئے سر بہ سجود
ہیں اسی نسل سے کیونکر یہ مسلمانو ہنود

کچھ نصیری ہیں نصارا بھی ہیں عیسائی بھی
جز مرے کرتے ہیں کیا تیری پذیرائی بھی

تیرے کلمے کا بھی اعلان کیا ہے ہم نے
کتنی قوموں کو مسلمان کیا ہے ہم نے
قریہ قریہ تجھے ذیشان کیا ہے ہم نے
مرحلہ سخت تھا آسان کیا ہے ہم نے

ہم اگر حق پہ ہیں تو عرش سے آواز تو دے
یا بلالے ہمیں اور قوتِ پرواز تو دے

نام مسجد ہے ترا گھر جو بنا رکھا ہے
فرش عصمت کو بھی سجدوں سے سجا رکھا ہے
یاد میں نے بھی تجھے وقتِ دعا رکھا ہے
پر دُعاؤں میں اثر تو نے بھی کیا رکھا ہے

جینے والے کو دعا دیتا ہوں مر جاتا ہے
میرے ایمان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے

میں ترے نام کی تسبیح پڑھا کرتا ہوں
سجدۂ شکر بصد شوق ادا کرتا ہوں
میں بہرحال تجھے راضی رضا کرتا ہوں
بخش دے میری خطائیں یہ دُعا کرتا ہوں

تُو اگر ہے تو عمل کی مرے تائید بھی کر
جاری میرے لئے تُو چشمۂ توحید بھی کر

شکوہ

لامکاں تُو ہے حرم اصل ترا گھر بھی نہیں
وہ کلیسا بھی نہیں مسجد و مندر بھی نہیں
تیرے رہنے کی جگہ یہ دلِ مضطر بھی نہیں
نور جب تو ہے ترا پھر کوئی ہمسر بھی نہیں

چاند سمجھوں تجھے سورج یا ستارہ سمجھوں
کوئی پہچان بتا کچھ تو اشارہ سمجھوں!

حق تجھے مان لیا خود رہے عابد بن کر
بندگی کی ہے تری واقعی زاہد بن کر
دعوتیں بانٹیں ترے دین کا قاصد بن کر
جو مخالف ہوا لڑ بیٹھے مجاہد بن کر

ہر جگہ پرچم توحید کو گاڑا کس نے
بابِ خیبر کو دو اُنگلی سے اُکھاڑا کس نے

نام زندہ رہے تیرا کہ اُٹھائی اُفتاد
جب سنائی تو سنائی تجھے اپنی رُوداد
تیغِ باطل سے نہتھا لڑا بن کر فولاد
مڑ کے دیکھا نہ کبھی گھر کی طرف وقت جہاد

فوج اعداء نہ رہی جنگ کے منظر بدلے
میری ٹھوکر سے ہی پتھر کے مقدر بدلے

میں نے کردار زمانے کا پلٹتے دیکھا
تیرا پھیلا ہوا اسلام سمٹتے دیکھا
تُو نے کب جنگ میں پیچھے مجھے ہٹتے دیکھا
کٹ گیا میرا گلا تو نے بھی کٹتے دیکھا

آسماں میری دعاؤں سے کہیں دُور نہ تھا
رَن میں مجبور تھا میں تو کوئی مجبور نہ تھا

تیرا ادنیٰ سا کرشمہ ہیں سبھی شجر و حجر
تو نے پیدا کیے دریاؤں میں بھی لعل و گہر
اتنی فرصت بھی نہ دی دیکھتا سارے منظر
مجھکو دوڑاتا رہا ہاتھ میں پرچم دیکر

تیرے اسلام کی تبلیغ مرے دم سے ہوئی
تیری دنیا کی شروعات بھی آدم سے ہوئی

لات و عزیٰ و ہبل کا تو بڑا لشکر تھا
غاصبانہ جہاں قبضہ تھا وہ تیرا گھر تھا
جب خدائی تھی تری تب بھی خدا پتھر تھا
گویا تخلیقِ بتاں کیلئے اک آزر تھا

ہم نے طوفانِ نحوست کی روش موڑی ہے
یعنی پتھر کے خداؤں کی کمر توڑی ہے

تونے ناکارہ فرشتے کو بھی طاقت بخشی
تونے فرعون کو دستارِ حکومت بخشی
اور فرعون نے موسیٰ کو اذیت بخشی
جس سے رسوائی ملے تونے وہ قسمت بخشی

سب اشارے پہ ترے کام ہوا کرتے ہیں
تیرے شیدائی تو بدنام ہوا کرتے ہیں

ہے صنم خانہ ترا، گرجا بھی تیرا گھر ہے
یعنی کعبہ ہے ترا اور ترا مندر ہے
ملا نوکر ہے برہمن بھی ترا نوکر ہے
مالکِ ارض وسماء سب کا توہی داور ہے

بندگی کے سبھی اطوار سکھائے تو نے
جو پسندیدہ تھے منصوبے بنائے تونے

تیرا محبوب نہ ہوتا تو ترا کیا ہوتا
بندگی کا تری ہر موڑ پہ سودا ہوتا
تجھکو سجدہ نہیں پھر غیر کا سجدہ ہوتا
کیسا لگتا تجھے میں کہتا جو اچھا ہوتا

سن کے یہ بات میری تجھکو جلال آجاتا
تجھکو محبوب کا اُس وقت خیال آجاتا

فاقہ کرتے ہیں مسلمان شکم سیر ہنود
شکر کرتے ہیں ادا، پھر بھی ترا سر بہ سجود
کیوں نہیں دیکھتا جب ہر جگہ تو ہے موجود
تجھکو پرواہ نہیں ہے میری شاید معبود

تو ہے رزّاق تو ہی سبکو غذا دیتا ہے
پھر مجھے کس لئے تو بھوکا سلا دیتا ہے

ذہن قاصر ہے کہ میں کیسے گنہگار ہوا
تیری رحمت کا بحر کیف طلبگار ہوا
پھر بھی تیرا نہ کسی موڑ پہ دیدار ہوا
میں تولّد ہوا دنیا میں یہ بیکار ہوا

تُو ہے معبود تو بندے سے جدائی کیسی
جو میرے کام نہ آئے وہ خدائی کیسی

کیا ستم ہے ترا پہلے مجھے جنت دیدی
میں نے مانگی نہ تھی خود اپنی خلافت دیدی
اپنی من مانی جو چاہی وہ وصیت دیدی
اور پھر خلد بدر ہو یہ اجازت دیدی

مجھکو دنیا میں بھٹکنے کیلیے چھوڑ دیا
تو نے اک مٹی کے انسان کا دل توڑ دیا

جب مٹانا ہی تھا کیوں مجھکو بنایا تونے
کیوں فرشتوں سے مرا سجدہ کرایا تونے
کیوں بلندی پہ بٹھاکر یوں گرایا تونے
کیسا احسان ترا جو کہ جتایا تونے

اَے خدا تو ہی بتا کیا یہ ترِی مرضی ہے
یہ جو مرضی ہے تری اس میں بھی خودغرضی ہے

تیری دھرتی ہے مگر صورت دھقاں ہم ہیں
ایک اک دانۂ گندم کے نگہباں ہم ہیں
زینتِ غنچۂ گل بھی ہیں گلستاں ہم ہیں
تیری دنیا کی سجاوٹ کے بھی ساماں ہم ہیں

امتحاں پھر بھی ہمیں سے ترا منشا کیا ہے
تری رحمت نے گنہگار کو سمجھا کیا ہے

شکوہ

ہم سے پہلے ترے عالم کے عجب عالم تھے
مشت بھر خاک نہ تھی اور نہ کوئی آدم تھے
جب ہوئی کاراگری تیری وہاں پر ہم تھے
کیا عبادت کے لئے تیری ملائک کم تھے

ہم کو بے وجہ بنایا کوئی احسان نہیں
ہم سے پہلے تو تری کوئی پہچان نہیں

میرے اعمال بھلے اور برے تونے کئے
کام زیبا جو ہیں تجھکو وہ ترے تونے کئے
زخم ماضی کے تھے دل میں جو ہرے تونے کئے
وڑا احساس مرے کھوٹے کھرے تونے کئے

جو تری مرضی میں آئے وہی تو کرتا ہے
پھول سے رنگ جدا اور کبھی بو کرتا ہے

تپتے صحرا پہ اگر ایڑیاں رگڑی ہم نے
پیاس پیاسوں کی بجھائی ہے اُسی زم زم نے
بالیقیں حسنِ عمل دیکھ لیا عالم نے
لاج آدم کی بچا رکھی ہے اک آدم نے

تُو اگر چاہتا کوثر بھی پلا سکتا تھا
تشنہ لب کو لبِ کوثر بھی بُلا سکتا تھا

مسجد اقصیٰ پہ قابض ہیں عدوئے اسلام
جنگ ہم کرتے ہیں تو کرتا ہے ہم کو ناکام
یعنی مقصد ہے ترا ہم رہیں ہو کے بدنام
اب نہیں چلتا کہیں نعرۂ تکبیر سے کام

یہ بتا کب تری رحمت بھلا ساتھ آئیگی
مسجد اقصیٰ فلسطین کے ہاتھ آئیگی

یہ صداقت ہے ترے نام پہ ایماں رکھا
طاقِ دل پر ترے اخلاص کا قرآں رکھا
تجھ کو ممدوح کہا دل کو ثنا خواں رکھا
بزمِ عصمت میں ترا ذکرِ چراغاں رکھا
اس مشقت کے عوض تو نے مجھے خوار کیا
یہ خطا مجھ سے ہوئی میں نے تجھے پیار کیا

جُرم کیا ہے مرا محشر جو بپا ہونا ہے
اتنا معلوم ہے بندے کو سزا ہونا ہے
تجھ سے سمجھوتا بھی کیا تجھ سے جدا ہونا ہے
تو خفا ہو جا اگر تجھکو خفا ہونا ہے
جن و انساں ملے دوزخ میں جلانے کیلیۓ
باقی ہر شے ہے کیا جنت میں سجانے کیلیۓ

جوابِ شکوہ

دیدۂ یاس ترا کیا میرا جلوہ دیکھے
چشمِ ایماں میری رفعت کا تجلا دیکھے
کُن فیکن نہ کبھی وعدۂ فردا دیکھے
کوئی غش کھائے کوئی طور کو جلتا دیکھے

تُو مری شان کا اندازہ نہ کر پائیگا
تو اگر جلوہ میرا دیکھے گا جل جائیگا

پُرعیاں شکوہ بیانی سے ہے سیرت تیری
دعویٰ مدح نہ کروا ہے حقیقت تیری
ارضِ کونین پہ اک داغ ہے خلقت تیری
شرحِ اظہارِ تماشہ ہے محبت تیری

کچھ بھی ظاہر ہو تو منصور نہیں ہوسکتا
ذرّہ نحس کبھی طور نہیں ہوسکتا

جوابِ شکوہ

پتلۂ خاک ہے حامئ تکبر کیسے
راہ کے ذرّوں کو کہہ دیگا کوئی دُر کیسے
دورِ ماضی میں ہوئے اہل تفکر کیسے
وہ تھے بندے میرے پر تیرے تصور کیسے

کچھ ہیں تاریک دل کچھ حاصل تنویر بھی ہیں
گویا صحرا میں اسد بھی ہیں تو خنزیر بھی ہیں

میرا محبوب منادی ہے مرے کلمے کا
جنتی وہ ہے جو عادی ہے مرے کلمے کا
اس کی جنت جو جہادی ہے مرے کلمے کا
تیرا کیا تو تو فسادی ہے مرے کلمے کا

کنکروں نے تیری مٹھی میں پڑھا ہے کلمہ
تو ہے بوجہل نہ سمجھا مرا کیا ہے کلمہ

کون سے فرقے کی مسجد کے بھلا بانی ہو
تم عرب والے، تُرک ہو یا کہ ایرانی ہو
یہ کہو اہلحدیث ہو کہ رضا خانی ہو
دعوت الحق ہو یا تم خادمِ حقانی ہو

میرے قرآن میں ان فرقوں کے تو نام نہیں
جو محمد کا نہیں اُس کا کوئی کام نہیں

کب کہا میں نے کہ تسبیح رہے وردِ زباں
سجدۂ شکر بھی لگتا ہے تجھے بارِ گراں
مرتدِ دیں کی علامت ہے ترا وہم و گماں
پھر بھی بروقت دعاؤں پہ ہے اپنی نازاں

با عمل تو نہیں تو واقفِ تقلید نہیں
جذبۂ شر بھی ترا مائلِ تمہید نہیں

لامکاں جب ہوں ہر اک جا ہے مرے گھر کی طرح
چاند سورج ہیں میرے نور کے محور کی طرح
میں کوئی دشت و جبل ہوں نہ سمندر کی طرح
مجھ کو سمجھے نہ کوئی دیو کے پتھر کی طرح

نور ہوں کب دلِ مومن سے جدا رہتا ہوں
اپنے بندوں کی میں شہ رگ میں چھپا رہتا ہوں

حامیٔ نفس ہے تو کب کوئی عابد نکلا
نشۂ مے میں جو کھو جائے وہ زاہد نکلا
خود ترا نامۂ اعمال شواہد نکلا
حق پہ ٹھہرے نہ قدم ایسا مجاہد نکلا

تُو مجاہد کی کسی خاکِ کفِ پا بھی نہیں
تیرا اسلام نہیں تیرا پھریرا بھی نہیں

میرا پیغامِ عمل جسکو بھی مقصود ہوا
وہ بظاہر کبھی خالدؔ کبھی محمود ہوا
جب ضرورت پڑی جس کی وہی مولود ہوا
جو مخالف ہوا میرا وہی نمرود ہوا

میں اگر چاہوں تو سورج بھی نہیں ڈھل سکتا
آگ میں کیسے براہیم میرا جل سکتا

وہ تو باطل تھا جو کردار پلٹتے دیکھا
تو نے کب دین کی وسعت کو سمٹتے دیکھا
تجھکو ہمت دی تجھے حق سے نہ ہٹتے دیکھا
میں رضامند تھا جو سر ترا کٹتے دیکھا

اس لئے میں نے بنایا تجھے سردار جناں
میری مرضی نہ سمجھ پائیگی عقلِ انساں

جس کی تمثیل نہیں ایسی ہے قدرت میری
سنگ ریزے بھی کیا کرتے ہیں مدحت میری
سورہ اخلاص سے ظاہر ہے حقیقت میری
کل جہانوں پہ مسلط ہے حکومت میری

دین میرا تیری تبلیغ کا محتاج نہیں
کون سی شئے ہے وہ جس پر کہ مرا راج نہیں

تو نے کعبے کو مرے خانۂ اصنام کیا
تین سو ساٹھ خداؤں نے بڑا نام کیا
تیری کاوش نے تجھے مرحدِ اسلام کیا
پر مرے شیر کی ہمت نے بڑا کام کیا

میرے محبوب کے کاندھوں پہ کھڑا تھا کوئی
عرش اعظم کے تصور سے بڑا تھا کوئی

فرش سے عرش تلک جو ہے مجھے پیارا ہے
جو مرے حکم کا منکر ہے وہ ناکارہ ہے
صرف ایک ضربِ کلیمی کا یہ نظّارہ ہے
غرقِ دریا ہوا فرعون ستم ہارا ہے

میری وحدت نے اشارے سے کہاں کام لیا
میرے شیدائی نے ہر وقت مرا نام لیا

میرے گھر کو تو براہیم نے تعمیر کیا
تو نے تو گرجاو بت خانے میں تکسیر کیا
کام جو تو نے کیا لائقِ تکفیر کیا
سب کو ملاّ و برہمن نے گرہ گیر کیا

جو محمدؐ نے بتایا وہ عبادت نہ رہی
اپنے وعدے پہ اٹل کیوں تری نیت نہ رہی

ہے مرے نور سے تخلیقِ رسولِ عربیؐ
کرلے قرآن میں تحقیقِ رسولِ عربیؐ
آیتیں کرتی ہیں تصدیقِ رسولِ عربیؐ
کی ہے نبیوں نے بھی توثیقِ رسولِ عربی

سُن اے بندے تری ہر بات حماقت کی ہے
میرے محبوب نے بھی میری عبادت کی ہے

میں نے کونین بنائی تو بنائے ہیں اصول
مجھ سے اے آدمِ خاکی ترے شکوے ہیں فضول
یاد کر میرا کرم اُمتِ موسیٰ کو نہ بھول
میری مرضی سے ہوا تھا منّ وسلویٰ کا نزول

کون سمجھے گا کسے رزق میں کیا دیتا ہوں
کوہ میں رکھ کے بھی کیڑے کو غذا دیتا ہوں

یاد کر عالمِ ارواح کا وعدہ اپنا
بھول بیٹھا ہے فراموش مداوا اپنا
یعنی تلقینِ بخود دعوت سجدہ اپنا
میرے بندوں کو بناتا رہا بندہ اپنا

اہل ایماں کریں فرعون کو کیسے تسلیم
میرے منکر پہ مسلّط ہے ابھی ضرب کلیمؑ

شاکرِ ازلی جو گزرے ترے آبا وہ تھے
لائق سجدہ ہوں میں مائلِ سجدہ وہ تھے
بندگی کے لئے کوشاں دم لمحہ وہ تھے
ذہنِ ناقص نہ سمجھ پائیگا کیا کیا وہ تھے

آدم و حوا سے نسبت جہاں آرائی کی
تو ہے مستحق سزا تونے جو رسوائی کی

خود غرض مجھ کو جو سمجھے وہ منافق تو ہے
تجھ میں ایمان نہیں فاجر و فاسق تو ہے
پسرِ آدم نہیں ابلیس کا سابق تو ہے
میرے محبوب کا میرا کہاں عاشق تو ہے

کلمہ پڑھ کر بھی نہ تو صاحب ایمان ہوا
لعنتیں تجھ پہ تو ابتک نہ مسلمان ہوا

ارض خاکی پہ تجھے صحرا و کہسار دیئے
ندیاں کھیتیاں کھلیان و چمن زار دیئے
باغ تجھ کو دیئے سر سبز ہی اشجار دیئے
جتنے اشجار دیئے وہ بھی تو پھل دار دیئے

تُو جو حق تلفی کرے گا تو پشیماں ہوگا
ہوں گے اعمال ترے اور میرا میزاں ہوگا

ذرّے ذرّے کی زباں پر ہے شہادت میری
کون سمجھے گا کہاں تک ہے حکومت میری
خود فرشتے نہ سمجھ پائے مشیت میری
غیر ممکن کسی بت گر سے عبادت میری

نسلِ آدم پہ اگر میں نہ بھروسہ کرتا
تُو ہے کیا چیز میں آدم کو نہ پیدا کرتا

فکر ناقص ہے اگر فکر مطہر بھی ہے
قلب تاریک اگر ہے تو منور بھی ہے
آدمِ خاکی بھی ہے پیکرِ ہمسر بھی ہے
یعنی قطرہ جو ہے وسعت میں سمندر بھی ہے

میری رحمت سے تجھے بیر ہے منکر تُو ہے
ظاہری طور پہ دوزخ کا مسافر تُو ہے

جوابِ شکوہ

خاص بندہ ہے مرا پسر براہیم ہے وہ
کیا صداقت ہے تری لائقِ تعظیم ہے وہ
میری رحمت کو ہر اک حال میں تسلیم ہے وہ
مالکِ باغِ جناں مالکِ تسنیم ہے وہ

جو پسندیدہ میرے رستے پہ چل سکتا ہے
وہ جہاں چاہے وہاں چشمہ اُبل سکتا ہے

نام شامل جو میرا نعرۂ تکبیر میں ہے
زور لشکر میں ہے اور ڈھال میں شمشیر میں ہے
دین کیسے مٹے باطل اسی تدبیر میں ہے
قوم الجھی ہوئی علماء کی جو تقریر میں ہے

متحد ہو کے اگر یہ کرے باطل سے جہاد
پل میں ہو جائے نہ کیوں مسجدِ اقصیٰ آزاد

جوابِ شکوہ

دل ہے سینے میں مگر جنبشِ ایمان نہیں
تیرا اطوار و چلن قاریٔ قرآن نہیں
میں ہوں ممدوح ترا پر تو ثنا خوان نہیں
تو کسی محفلِ عصمت میں بھی ذیشان نہیں

ہیں ترے دامنِ پوشاک پہ داغِ عصیاں
کیسے محشر میں چھپائے گا سراغِ عصیاں

تو وہ مجرم ہے جو احکامِ ثنا بھول گیا
میرے محبوب سے اور مجھ سے وفا بھول گیا
سن کے قرآنِ مقدس کی صدا بھول گیا
یادِ آرائشِ دنیا ہے قضا بھول گیا

تُو جدا مجھ سے ہے تُو میرا ملنسار نہیں
متقی خلد میں جائیں گے گنہگار نہیں

میرے محبوب کی جس نے بھی اطاعت کی ہے
اُس نے پنج وقتہ نمازوں میں بھی شرکت کی ہے
سنتیں کی ہیں ادا فرض عبادت کی ہے
اک محمدؐ ہیں جنہیں فکر بس امت کی ہے

امتی ہو تو محمدؐ کے پرستار رہو
قصر جنت ہیں تمہارے تمہیں حقدار رہو

ختم شد